اسلوبِ قرآن کا ایک علمی جائزہ

عبید اللہ فہد فلاحی (علیگڑھ)

اسلوب کی اہمیت

کسی بھی زبان کی نزاکت اور اس کی باریکیوں سے لطف اندوز ہونے کیلئے اور مافی الضمیر کی اس زبان میں بہتر ادائیگی اور مہارت پیدا کرنے کے لیے اس کے اسلوب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زبان میں اس کے اسلوب کو ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ اسی کو اعربی ادب کے ماہرین نے علم معانی' کا نام دیا ہے۔

اس فن میں کلام کی مختلف ترکیبوں اور مختلف اسالیب کی طرف اشارہ کرنے والے اصولوں سے بحث کی جاتی ہے' اس وجہ سے زبان دانی اور زبان آوری میں اسے افادی اہمیت حاصل ہے۔

ہر کلام میں حسرت و مسرت' شدت و نرمی' رحمت و غضب' خوشی و غمی' ترغیب و تکلیف اور مختلف قسم کے جذبات و عواطف کا اظہار ہوتا ہے۔ کہیں لالہ و سنبل کی رعنائی ہوتی ہے کہیں سرو سمن کی طراوت' کہیں گلاب و چنبیلی کی خوشبو ہوتی ہے اور کہیں دھتورے اور نیم کی تلخی' کہیں نرگس و نسترن کی نزاکت ہوتی ہے تو کہیں شیشم اور ساکھو کی مضبوطی۔ اور ان ساری نزاکتوں کا اظہار کلام کے متنوع اسالیب اور اس کی مختلف موزوں تراکیب کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کلام کی روح تک پہونچنے کیلئے اس فن پر عبور حاصل کرنا بہت

ضروری ہے۔

لیکن اس دنیائے گوناگوں اور عالم رنگارنگ میں مختلف قسم کی قومیں بس
ہیں جن کی اپنی جداگانہ تہذیب، منفرد معاشرت اور الگ زبان ہوتی ہے۔ اس لیے
قوم کی زبان و معاشرت پر عبور حاصل کرنے کیلئے صرف قیاس اور عقل ہی کافی نہیں
ہوسکتی بلکہ ان کی زبان کے قواعد، اسالیب، تراکیب اور بلاغت کے نکتوں
سمجھنا از حد ضروری ہوتا ہے، اس کے بغیر ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے
یہی معاملہ قرآن کے ساتھ بھی وابستہ ہے۔ اس پر غور و تدبر کیلئے اس کے اسالیب
کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ قرآن سے پہلے عربوں کے ہاں یا تو شعر تھا یا پھر نثر میں
کاہنوں کے اقوال تھے جن میں لفظی صناعی نمایاں ہوتی تھی۔ اثر یا تو شعر کا مسلّم تھا یا
کا۔ معانی کے لحاظ سے کاہنوں کے اقوال بالکل ہی کھوکھلے اور اشعار تعقل و تدبر سے
عاری ہوتے تھے۔ جب قرآن سامنے آیا تو سب حیران رہ گئے کہ اس کو کس صنف
میں داخل کیا جائے۔ ناقابل انکار تاثیر کا خیال کرتے تو اس کو شعر یا سحر کے خانے
میں رکھ دیتے حالانکہ قرآن کا شعر یا سحر نہ ہونا ایک بدیہی امر تھا۔ نثر کی ظاہری شکل
پر نظر جاتی تو قول کاہن کے سوا اور کوئی صنف ہی نہ تھی۔ اگر معنی و مطلب کی طرف
توجہ گئی تو انہیں قرآن میں "اساطیر الاوّلین" کے سوا اور کچھ لحاظ کے قابل ہی نہ ملا۔
دراصل قرآن کی بلندی یہ تھی کہ اس نے پہلی مرتبہ انسان کو غور و فکر پر اکسایا اور
اپنی حقیقت اور کائنات کی حقیقت معلوم کرنے پر ابھارا۔ پھر اس نے اپنی بات
کو مخاطب کے دل میں اتارنے کے لیے جو وسیلہ اختیار کیا اس کی خوبی بھی قابل
لحاظ ہے۔ اس میں نہ تو بحر ہے نہ وزن اور نہ قافیہ کا التزام۔ وہ قول کاہن کے
سجع کے بوجھ سے بھی آزاد ہے۔ قرآن کا قالب نثر کا ہے جو چھوٹے چھوٹے گٹھے

ہوئے جملوں پر مشتمل ہے۔ ایسے جملے کہ ان کو ملا کر پڑھتے وقت وہ نغمہ اور صورت کے لحاظ سے ایک دوسرے کی نظیر معلوم ہوتے ہیں۔ اس نے نظم و ترتیب اور اجمال و تفصیل کا وہ بہترین مجموعہ پیش کیا کہ اہل عرب دنگ رہ گئے۔ (۴)

ولید بن مغیرہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب اس نے حضورؐ کی زبان مبارک سے قرآن پاک کی چند آیات سنیں تو اس نے اسی تاثر کا اظہار کیا کہ

فواللہ ما فیکم رجلٌ أعلم بالشعر منّی ولا برجزہ ولقصیدہ ولا بأشعار الجنّ واللہ ما یشبہ ھذا الذی یقول شیئاً من ھذا واللہ إن لقولہ لحلاوۃ وإنّ علیہ لطلاوۃ وإنّ أسفلہ لمعذق وإنّ أعلاہُ لمثمر وإنہ لیعلو وما یعلیٰ علیہ۔

بخدا تم میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ شعر سے واقف نہیں ہے نہ اس کے رجز و قصائد سے نہ جنوں کے اشعار سے۔ بخدا جو کچھ یہ شخص کہتا ہے اس کا ان ساری قسموں سے کوئی تعلق نہیں ہے بخدا اس کے کلام میں بڑی شیرینی ہے بڑی رعنائی و دلاویزی ہے وہ ایک ایسا چشمہ ہے جو شیریں پانی سے ابل رہا ہے وہ ایک ایسا درخت ہے جو پھلوں سے لدا ہوا ہے بخدا یہ کلام اونچا ہو کر رہے گا اسے نیچا نہیں کیا جا سکتا وہ سربلند ہو کر رہے گا۔ اسے سرنگوں نہیں کیا جا سکتا۔

ابوجہل نے کہا بخدا، تمہاری اس بات پر تمہاری قوم مطمئن نہیں ہو سکتی تم اس شخص کے سلسلے میں کوئی اور بات کہو۔ ولید نے کہا مجھے سوچنے دو۔ کافی غور و فکر کے بعد اس نے کہا کہ "محمدؐ جادوگر ہیں، یہ ہر شخص کو اس کی بیوی، والد، والدہ اور بھائیوں سے جدا کر دیتے ہیں یہ تاثیر بس جادو ہی میں ہو سکتی ہے (۳) اس پر قرآن کی یہ آیات نازل ہوئیں:۔

"چھوڑدو مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا بہت سامال اس کو دیا' اس کے ساتھ حاضر رہنے والے بیٹے دیے اور اس کیلئے ریاست کی راہ ہموار کی' پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں۔ ہرگز نہیں' وہ ہماری آیات سے عناد رکھتا ہے۔ میں تو اسے عنقریب ایک کٹھن چڑھائی چڑھواؤں گا۔ اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی تو خدا کی مار اس پر' کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ پھر لوگوں کی طرف دیکھا۔ پھر پیشانی سکیڑی اور منہ بنایا پھر پلٹا اور تکبر میں پڑ گیا۔ آخرکار بولا کہ یہ کچھ نہیں ہے۔ مگر ایک جادو جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ یہ تو ایک انسانی کلام ہے" (مدثر: ۱۱ تا ۲۵)

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ انیس غفاری (ابوذر غفاریؓ کے بھائی) نے اپنے بھائی سے کہا: میں مکہ میں ایک شخص سے ملا جو تمہارے دین پر ہے' وہ دعوی کرتا ہے کہ اللہ نے اسے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا: لوگ کیا تبصرہ کرتے ہیں؟ کہا: لوگ اسے شاعر' جادوگر' کاہن کہتے ہیں۔ انیس خود ایک اچھے شاعر تھے۔ کہنے لگے: میں نے کاہنوں کے اقوال سنے ہیں۔ بخدا اس شخص کا کلام اُن سے نہیں ملتا۔ میں نے شعر کے اوزان پر بھی اس کے کلام کو پرکھا لیکن وہ شعر بھی معلوم نہیں ہوتا۔ بخدا یہ سب جھوٹے ہیں۔ اور وہ شخص سچا ہے۔ (۴)

(باقی آئندہ)